Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Transformation of Judicial Khulʿ into Faskh al-Nikāḥ: An Analytical Study of Juristic Opinions

عدالتی خلع کی فسخ نکاح میں تبدیلی: فقہی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Authors Details

1. **Muhammad Muaz Sarwar**
   M. Phil in Islamic Studies, Department of Arabic & Islamic Studies, Government College University, Faisalabad, Pakistan.
   Email: muazsarwar6596@gmail.com
2. **Dr. Yasir Arfat** (Corresponding Author)
   Associate Professor, Department of Arabic & Islamic Studies, Government College University, Faisalabad, Pakistan.
   Email: **yasirawan@gcuf.edu.pk**

Citation

Sarwar, Muhammad Muaz and Dr. Yasir Arfat." Transformation of Judicial Khulʿ into Faskh al-Nikāḥ: An Analytical Study of Juristic Opinions. "*Al-Marjān Research Journal* 4, no.1, Jan-Mar (2026): 186– 200.

Submission Timeline

Received: Dec 16, 2025
Revised: Dec 28, 2025
Accepted: Jan 09, 2026
Published Online: Jan 18, 2026

Publication & Ethics Statement

Article QR

Published by *Al-Marjān Research Center*, Lahore, Pakistan.

© The Authors. No conflict of interest declared.
This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

ASIAN DIGITAL LIBRARY | INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL | ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE | HJRS HEC Journal Recognition System | DRJI Directory of Research Journal Indexing

Transformation of Judicial Khulʿ into Faskh al-Nikāḥ: An Analytical Study of Juristic Opinions

عدالتی خلع کی فسخ نکاح میں تبدیلی: فقہی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

☆ محمد معاذ سرور ☆ ڈاکٹر یاسر عرفات

Abstract

This study examines the issue of transforming judicial khulʿ into faskh al-nikāḥ (judicial dissolution of marriage) in the light of classical and contemporary Islamic jurisprudence. In Islamic law, khulʿ is generally considered a dignified form of marital separation that usually occurs through mutual consent between spouses, where the wife offers financial compensation in return for release from the marriage. However, serious practical problems arise when the husband refuses both divorce and khulʿ, leaving the wife trapped in an unbearable marital relationship. The study, therefore, explores whether a court has the authority to dissolve the marriage without the husband's consent and whether such a decision should be regarded as divorce or annulment. The article analyses the opinions of major juristic schools regarding the legal nature of khulʿ, highlighting that the majority of jurists consider it a form of irrevocable divorce, while others regard it as annulment. It also discusses the debate on the necessity of the husband's consent and presents the arguments of both proponents and opponents. Furthermore, the research reviews four contemporary juristic trends concerning judicial khulʿ and the authority of the court in marital disputes. The study concludes that in unavoidable circumstances, judicial khulʿ may be treated as faskh al-nikāḥ, particularly when valid legal grounds exist, to ensure justice and protect women from oppressive marital situations.

Keywords: Khulʿ; Faskh al-Nikāḥ; Islamic Jurisprudence; Judicial Dissolution; Family Law in Islam; Qāḍī's Authority; Marital Conflict

تعارفِ موضوع

فقہ اسلامی میں خلع کو ایک ایسا باوقار طریقہ تفریق سمجھا جاتا ہے جس میں عام طور پر زوجین باہمی رضامندی سے رشتہ ازدواج سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں۔ اس صورت میں عورت کچھ مالی معاوضہ دے کر شوہر سے علیحدگی طلب کرتی ہے اور شوہر رضامندی سے اسے قبول کر لیتا ہے۔ تاہم، اس تصور کو اگر ہر صورت میں لازم مان کر خاوند کی رضامندی کو ضروری قرار دے دیا جائے تو ایسی عورتوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہو گا جن کے خاوند انہیں طلاق دینے پر رضامند نہ ہونے کے ساتھ ساتھ باہمی رضامندی سے خلع پر بھی آمادہ نہیں ہوتے۔ ایسی صورت میں عورت کا حق نجات غیر موثر ہو جاتا ہے اور وہ ایک بے جان رشتے میں قید ہو کر رہ جاتی ہے۔ عصر حاضر میں اس صورتحال کو لے کر بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ اگر عورت مجبور ہو کر عدالت سے رجوع کرتی ہے تو آیا عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اسے اس رشتہ سے نجات دلائے؟ کیا عدالت شوہر کی رضامندی کے بغیر یہ عقد ختم کر سکتی ہے؟ ایسی صورت میں یہ فیصلہ طلاق کے حکم میں ہو گا یا اسے فسخ نکاح شمار کیا جائے گا؟ خلع

☆ ایم فل علوم اسلامیہ، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔
☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔

کس بنیاد پر فسخ میں تبدیل ہو گی؟ اس تحقیقی مضمون میں خلع کے ان تمام پہلوؤں کو فقہاء کے اقوال کی روشنی میں زیر بحث لایا جائے گا تاکہ اس کی شرعی حیثیت متعین ہو سکے۔ اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان یہ بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے کہ خلع فسخ ہے یا طلاق؟ چنانچہ اس باب میں فقہاء کے مختلف نقطہ ہائے نظر ہیں، جو درج ذیل ہیں:۔

مبحث اوّل: فقہاء کی آراء کے مطابق خلع کی شرعی حیثیت (طلاق بائن یا فسخ نکاح)

1. احناف کی رائے:

المبسوط للسرخسي میں ہے:

والخلع تطليقة بائنة عندنا۔[1]

ہمارے نزدیک خلع طلاق بائن ہے۔

2. مالکیہ کی رائے:

المدونۃ میں ہے:

قلت: ويكون الخلع مهنا تطليقة بائنة في قول مالك؟ قال نعم۔[2]

سحنون کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کیا امام مالک کے قول کے مطابق یہاں خلع طلاق بائن شمار ہو گی؟ تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔

3. شافعیہ کی رائے:

ماوردی کہتے ہیں:

فهل يكون طلاقا او فسخا؟ فيه قولان: احدهما: قاله فى الام و الاملاء و احكام القرآن انه صريح فى الطلاق.... و القول الثانى: انه فسخ۔[3]

کیا وہ (خلع) طلاق ہو گی یا فسخ؟ اس میں دو قول ہیں: پہلا یہ کہ امام شافعی نے الام، املاء اور احکام القرآن میں یہ فرمایا کہ یہ صریح طور پر طلاق ہے.... دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فسخ ہے۔

4. حنابلہ کی رائے:

المغنی میں لکھا ہے:

قال: والخلع فسخ في احدى الروايتين، والاخرى انه تطليقة بائنة۔ اختلفت الرواية عن احمد في الخلع، ففي احدى الروايتين انه فسخ، وهذا اختيار ابي بكر وقول ابن عباس وطاؤس وعكرمة واسحاق و ابي ثور وواحد قولي الشافعي۔ والرواية الثانية: انه طلقة بائنة روي ذلك عن سعيد بن مسيب والحسن وعطاء وقبيصه وشريح ومجاهد و ابي سلمه بن عبد الرحمن والنخعي والشعبي والزهري ومكحول و ابن ابي نجيح ومالك والاوزاعي و اصحاب الراي، وقد روي عن عثمان وعلي و

[1] al-Sarakhsī, Abū Bakr Muḥammad ibn Aḥmad, *al-Mabsūṭ* (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 2000), 6:171.
[2] Mālik ibn Anas, *al-Mudawwanah* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2000), 2:241.
[3] al-Māwardī, Abū al-Ḥasan ʿAlī ibn Muḥammad, *al-Ḥāwī al-Kabīr* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2000), 10:9.

ابن مسعود، لکن ضعف احمد الحدیث عنهم۔ وقال لیس لنا في الباب شيء اصح من حدیث ابن عباس انه فسخ۔[4]

فرماتے ہیں: خلع کے حوالے سے دو روایات ہیں ایک یہ کہ وہ فسخ ہے اور دوسری یہ کہ وہ ایک طلاق بائن ہے۔ امام احمد سے خلع کے حوالے سے مختلف روایات منقول ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ خلع فسخ ہے اور اس روایت کو ابو بکر نے اختیار کیا ہے اور یہی ابن عباس، طاؤس، عکرمہ، اسحاق، ابو ثور اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کا مذہب ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ خلع طلاق بائن ہے۔ یہ مذہب روایت کیا گیا ہے سعید بن مسیب، حسن، عطاء، قبیصہ، شریح، مجاہد، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن، نخعی، شعبی، زہری، مکحول، ابن ابی نجیح، مالک، اوزاعی، اور اصحاب رائے سے۔ اسی طرح روایت کیا گیا ہے عثمان، علی، ابن مسعود سے لیکن انہوں نے جو حدیث نقل کی ہے اسے امام احمد نے ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں ابن عباس کی حدیث کے علاوہ کہ خلع فسخ ہے، کوئی اصح نہیں ہے۔

5. بعض ائمہ اور محدثین کی رائے:

اسی طرح ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ذهب کثیر من السلف و الخلف الی ان الخلع فسخ للنکاح۔[5]

سلف اور خلف علماء کی ایک کثیر تعداد کا موقف یہ ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے۔

شوکانی فرماتے ہیں:

لا یصح جعل الخلع طلاقا۔[6]

خلع کو طلاق کہنا صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح ابن عثیمین فرماتے ہیں:

الخلع فسخ ولیس طلاقاً۔[7]

خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمہور فقہاء کے ہاں خلع طلاق ہے جب کہ حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عثمان، طاؤس، عکرمہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی کا ایک قول، اسحاق بن راہویہ، ابو ثور، داؤد ظاہری، ابن تیمیہ، شوکانی اور ابن عثیمین کے نزدیک خلع فسخ نکاح ہے۔

مبحث دوم: خلع میں خاوند کی رضامندی کی شرعی حیثیت

کیا خلع میں خاوند کی رضامندی ضروری ہے یا نہیں؟

اس میں فقہاء کے مختلف نقطہ ہائے نظر ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1. مجوزین کا موقف (عدالت یک طرفہ خلع کر سکتی ہے):

مجوزین کا موقف یہ ہے کہ خلع میں خاوند کی رضامندی ضروری نہیں اگر عدالت یک طرفہ طور پر خلع کا فیصلہ کر دے تو وہ نافذ العمل ہو گا۔

---

[4] Ibn Qudāmah, Abū Muḥammad ʿAbd Allāh ibn Aḥmad, *al-Mughnī* (Beirut: Dār al-Fikr, 2000), 7:328.

[5] Ibn Taymiyyah, Taqī al-Dīn Abū al-ʿAbbās Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm, *al-Fatāwā al-Kubrā* (Beirut: Dār al-Kutub al-Maʿrifah, 1408 AH), 3:213.

[6] al-Shawkānī, Muḥammad ibn ʿAlī, *Nayl al-Awṭār* (Egypt: Dār al-Ḥadīth, 1413 AH), 6:295.

[7] Ibn al-ʿUthaymīn, Muḥammad ibn Ṣāliḥ, *al-Sharḥ al-Mumtiʿ ʿalā Zād al-Mustaqniʿ* (Riyadh: Dār Ibn al-Jawzī, 1428 AH), 9:328.

استدلال اول: مجوزین پہلے قرآن کریم کی آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں:۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔[8]

اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) ان پر حاصل ہیں۔[9]

یہ حضرات مندرجہ بالا آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح مرد کو عورت کی رضامندی کے بغیر طلاق کا حق دیا گیا ہے اسی طرح عورت کو بھی مرد کی رضامندی کے بغیر خلع کا حق حاصل ہونا چاہیئے۔

استدلال دوم: دوسرا استدلال قرآن کریم کی آیت خلع سے کرتے ہیں

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ۔[10]

اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔[11]

مجوزین کے مطابق اس آیت میں خطاب حکام اور اولی الامر کو ہے کہ اگر عدالت یہ سمجھتی ہو کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہ کر سکیں گے تو وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر تفریق کر سکتے ہیں۔

استدلال سوم: مجوزین کے نزدیک خلع میں شوہر کی رضامندی کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اس سلسلے میں وہ علامہ شعرانی کی عبارت پیش کرتے ہیں:

اتفق الائمة على ان المراة اذا كرهت زوجها لقبح منظر او سوء عشرة جاز لها ان تخالعه على عوض وان لم يكن من ذلك شيء و تراضيا على الخلع من غير سبب جاز ولم يكره خلافا لزهري وعطاء وداؤد في قولهم ان الخلع لا يصلح في هذه الحالة لانه عبث والعبث غير مشروع۔[12]

تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کو بدصورتی یا سوء معاشرت کی وجہ سے ناپسند کرتی ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ شوہر سے معاوضہ پر خلع کر لے، اگر ناپسندیدگی کی کوئی وجہ نہ ہو اور میاں بیوی خلع پر راضی ہو جائیں تب بھی جائز ہے اور مکروہ نہیں۔ البتہ اس میں امام زہری، امام عطاء اور امام داؤد کا اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس حالت میں خلع صحیح نہیں اس لیے کہ وہ عبث ہے اور عبث غیر مشروع ہے۔

استدلال چہارم: حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ

ان امراة ثابت بن قيس اتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ثابت بن قيس ما اعتب عليه في خلق ولا دين ولكن اكره الكفر في الاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتردين عليه حديقته قالت نعم قال رسول الله اقبل الحديقة طلقها تطليقة۔[13]

ثابت بن قیس کی بیوی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس کے اخلاق اور دینداری سے ناراض نہیں ہوں لیکن اسلام کے بعد کفر کی باتوں سے ڈرتی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم ان

---

[8] al-Baqarah, 2:228.

[9] Taqī ʿUthmānī, Muḥammad, *Āsān Tarjamah Qurʾān* (Karachi: Maktabah Maʿārif al-Qurʾān, 2000), 1:143.

[10] al-Baqarah, 2:229.

[11] Taqī ʿUthmānī, Muḥammad, *Āsān Tarjamah Qurʾān*, 1:144.

[12] al-Shaʿrānī, ʿAbd al-Wahhāb, *al-Mīzān al-Kubrā* (Egypt: Dār Iḥyāʾ al-Kutub al-Miṣriyyah, n.d.), 2:119.

[13] al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2000), Ḥadīth: 5273.

پر ان کا باغ جو انہوں نے بطور مہر دیا تھا لوٹا دوگی انہوں نے کہا ہاں تو آپ ﷺ نے حضرت ثابت سے فرمایا تم باغ قبول کر لو اور انہیں ایک طلاق دے دو۔

استدلال پنجم: حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا ارشاد ہے:

اذا اردت النساء الخلع فلا تکفروھن۔[14]

اگر عورتیں خلع کرنا چاہیں تو ان سے انکار نہ کرو۔

2. مانعین کا موقف (خاوند کی رضامندی ضروری ہے):

مانعین کا موقف یہ ہے کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر عدالت خلع کا فیصلہ نہیں سنا سکتی۔ کورٹ کا یہ فیصلہ کہ اگر عدالت تحقیق کے ذریعے اس نتیجے تک پہنچ جائے کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو عدالت شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کرا سکتی ہے۔ ان کے نزدیک یہ موقف جمہور امت کے خلاف اور شرعی اعتبار سے نادرست ہے۔ مزید یہ کہ ہماری تحقیق کی حد تک امت اسلامیہ کے تقریباً تمام فقہاء مجتہدین اس بات پر متفق ہیں اور قران وسنت کے دلائل بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کہ خلع فریقین کی باہمی رضامندی کا معاملہ ہے اور کوئی فریق دوسرے کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا۔[15]

دلائل: قران کریم میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ۔[16]

وہ (شوہر) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔[17]

وجہ استدلال: مانعین کہتے ہیں کہ وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق ہے اس سے مراد خود، نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق، شوہر ہے جس کے بارے میں آیت نے واضح کر دیا کہ نکاح کا رشتہ تنہا اسی کے ہاتھ میں ہے لہذا اس رشتے کو اس کے سوا کوئی ختم نہیں کر سکتا۔[18]

دلیل دوم: خلع کے فدیے کے حوالے سے جو لفظ افتداء آیا ہے اس حوالے سے ابن قیم کی رائے کی روشنی میں مانعین استدلال کرتے ہیں کہ افتداء اس وقت ہوتا ہے جب غلام اپنی آزادی کی قیمت ادا کرے اور اس میں دونوں فریق راضی ہوتے ہیں تب ہی یہ معاملات ہیں پاتا ہے۔ نکاح کے معاملے میں بھی دونوں فریقین کی رضامندی ضروری ہے کیونکہ افتداء میں جانبین کی رضامندی سے ہی معاملہ طے پاتا ہے۔

دلیل سوم: آیت مبارکہ میں **فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا** کے الفاظ سے استدلال کیا گیا ہے۔ یہاں معمولی غور وفکر سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ خلع شوہر اور بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے، اگر دونوں اس بات پر رضامند ہو کہ وہ اللہ تعالی کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اس وقت ان دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ فدیے کے ذریعے اس معاملے کو ختم کر دیں۔

---

[14] al-Bayhaqī, Abū Bakr Aḥmad ibn Ḥusayn, *al-Sunan al-Kubrā* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1424 AH), Ḥadīth: 4631.

[15] Taqī ʿUthmānī, Muḥammad, *Islām mein Khulʿ kī Ḥaqīqat* (Karachi: Memon Islamic Publications, 2011), 2:147.

[16] al-Baqarah, 2:237.

[17] Taqī ʿUthmānī, Muḥammad, *Āsān Tarjamah Qurʾān*, 1:149.

[18] Taqī ʿUthmānī, Muḥammad, *Fiqhī Maqālāt* (Karachi: Memon Publications, 2011), 2:157.

دلیل چہارم: قران کریم میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ [19]

ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے مردوں کو ان پر حاصل ہیں۔ہاں مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت حاصل ہے۔اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔[20]

اس آیت میں وللرجال علیھن درجة کے الفاظ واضح طور پر دلالت کر رہے ہیں کہ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں اختیارات مرد کو حاصل ہوتے ہیں عورتوں کو نہیں، انہی میں سے عقد نکاح کے مسائل ہیں۔

امام ابوعبد اللہ قرطبی اپنی تفسیر میں علامہ ماوردی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

له رفع العقد دونها۔ [21]

عقد نکاح کو ختم کرنے کا اختیار صرف مرد کو ہے عورت کو نہیں۔

دلیل پنجم: امام کاسانی فرماتے ہیں کہ:

واما ركنه فهو الايجاب والقبول لانه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولا يستحق العوظ بدون القبول۔ [22]

خلع کا رکن ایجاب اور قبول ہے اس لیے کہ یہ معاوضہ کے ساتھ طلاق کا معاملہ ہے لہذا بغیر قبول کے علیحدگی واقع نہیں ہوگی۔

مبحث سوم: عدالت کے ذریعے یک طرفہ تفریق کی شرعی حیثیت (عدالتی خلع)

خلع کے باب میں ایک اہم اور نازک مسئلہ سامنے آتا ہے کہ فقہاء اور علماء یہ فرماتے ہیں کہ خلع زوجین کے مابین باہمی رضامندی سے طے ہونے والے معاملے کا نام ہے، ان میں سے کسی پر بھی جبر نہیں کیا جائے گا۔اب اگر ایک عورت ایسی ہے جو اپنے خاوند کے بُرے رویے و سوء معاشرت سے سے پریشان ہے اور اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، طلاق کے مطالبہ پر خاوند طلاق بھی نہیں دیتا، اس کے بعد عورت خاوند کو خلع کی پیش کش کرتی ہے جسے وہ قبول نہیں کرتا۔کیا ایسی صورت حال میں متاثرہ خاتون عدالت میں پیش ہو کر دعویٰ دائر کر سکتی ہے؟ کیا عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایسی ناگزیر کیفیت میں زوجین کے درمیان تفریق کر دے جب کہ خاوند رضامند بھی نہ ہو اور عدالت میں پیش بھی نہ ہو؟ کیا یہ تفریق خلع ہوگی یا فسخ نکاح میں تبدیل ہو جائے گی۔

اس ضمن میں فقہاء کی آراء پیش کی جائیں گی اور ایسے مسائل میں عدلیہ کے اختیار کو بھی موضوع بحث بنایا جائے گا، ساتھ ہی یہ بھی دیکھا جائے گا کہ آیا قاضی کو حق تفریق حاصل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کن شرائط کے تحت ہے؟

---

[19] al-Baqarah, 2:228.

[20] Taqī ʿUthmānī, Muḥammad, *Āsān Tarjamah Qurʾān*, 1:143.

[21] al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, *al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2000), 3:125.

[22] al-Kāsānī, ʿAlāʾ al-Dīn Abū Bakr ibn Masʿūd, *Badāʾiʿ al-Ṣanāʾiʿ fī Tartīb al-Sharāʾiʿ* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2000), 3:145.

1. عدالت کے اختیارات (اصولی حیثیت)

ریاست اسلامیہ میں عدالت کے اختیارات کا دائرہ وسیع تر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔[23]

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی ہوئی نشانیاں دے کر بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب بھی اتاری، اور ترازو بھی، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔[24]

امام قرطبی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے انصاف پہ قائم رکھنے کا مطلب بیان کرتے ہیں:

لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ: اي بالعدل في معاملاتهم۔[25]

لوگوں کو انصاف پہ قائم رکھتے ہیں یعنی ان کے معاملات میں عدل کرتے ہیں۔

اگر ہم خلع کو نجی اور شخصی معاملہ کہہ کر عدالت کو اس سے علیحدہ کر دیں تو پھر اس میں متاثرہ فریق کہاں جا کے انصاف طلب کرے گا؟ کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جو ایک حد پہ جا کے نجی اور شخصی نہیں رہتے بلکہ وہ اجتماعی شمار ہوتے ہیں۔ ان میں رشتہ ازدواج کے وہ معاملات بھی ہوتے ہیں جہاں زوجین کے لئے وہ اس رشتے کو نبھانا ممکن نہیں رہتا اور حدود اللہ کا قیام عمل میں لانا مشکل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الا كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته فالامام الذي على الناس راع وهو مسئول عن رعيته۔[26]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، لہٰذا وہ امام جو لوگوں پر مقرر کیا گیا ہے، نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

ایسے معاملات جو اجتہادی ہوں یا تنازعات کا شکار ہو جائیں، ان میں عدالتی اختیار کے ثبوت کے لئے فقہاء کے مختلف اقوال ہیں:

اگر زوجین میں ایسی ناچاقی ہو جائے جو ان کا آپسی نباہ ناممکن بنا دے تو ایسی صورت میں مالکیہ اور حنابلہ کے مذہب کے مطابق عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان میں تفریق واقع کر دے۔ ایسی صورت حال کے پیش نظر امام مالکؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

ان اليهما الفرقة بينهما والاجتماع۔[27]

(زوجین میں) جدائی واقع کرنے اور ان کو اکٹھے رکھنے کا اختیار ان دونوں (حکمین) کو ہے۔

اسی طرح صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

واذا رفع الى القاضى حكم حاكم امضاه الا ان يخالف الكتاب او السنة او الاجماع ان يكون قولاً لا دليل عليه۔۔۔ والاصل ان القضاء متى لاقى فصلاً مجتهداً فيه ينفذ ولا يرد عليه۔[28]

---

[23]al-Ḥadīd, 57:25.
[24]Taqī ʿUthmānī, Muḥammad, *Āsān Tarjamah Qurʾān*, 3:439.
[25]al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad al-Anṣārī, *al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān*, 17:260.
[26]al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Ḥadīth: 7138.
[27]Mālik ibn Anas, *Muwaṭṭaʾ al-Imām Mālik* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1406 AH), 2:584.

اور جب کسی قاضی کے پاس کسی حاکم کا فیصلہ پیش کیا جائے تو وہ اس کو نافذ کرے گا، سوائے اس کے کہ وہ فیصلہ کتاب و سنت یا اجماع کے خلاف ہو، یا وہ محض ایک ایسا قول ہو جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔۔ اور اصل اصول یہ ہے کہ جب کوئی قضیہ (فیصلہ) ایسی اجتہادی نوعیت کی چیز سے متعلق ہو جس میں اختلاف ممکن ہو، تو وہ نافذ کیا جاتا ہے اور اسے رد نہیں کیا جاتا۔

ایسے اجتہادی معاملات جو اختلافی بھی ہوں، اگر قاضی ان کے متعلق کوئی فیصلہ دے گا تو وہ نافذ العمل ہو گا اور اسے رد نہیں کیا جا سکے گا۔

شمس الائمہ سرخسی بھی اجتہادی و اختلافی معاملات میں قاضی کے اختیار کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واصل المسئلة ان قضاء القاضى بالعقود والفسوخ والنكاح والطلاق والعتاق بشهادة الزور تنفذ ظاهراً و باطناً۔[29]

اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر قاضی عقود (معاہدات)، فسخ، نکاح، طلاق اور غلام کو آزاد کرنے کے معاملات میں جھوٹی گواہی کی بنیاد پر بھی فیصلہ کرے تو وہ ظاہراً اور باطناً (دونوں اعتبار سے) نافذ ہو جاتا ہے۔

ابن عابدین فرماتے ہیں:

انه ينفذ القضاء باطناً عندهما بشهادة الزور ولو فى العقود والفسوخ۔[30]

جھوٹی گواہی کے ذریعے کیا گیا فیصلہ بھی باطنی طور پر نافذ ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ عقود اور فسخ ہی سے متعلق کیوں نہ ہو۔

2.عدالت میں خاوند کی غیر حاضری کا حکم

خلع کے باب میں ایک اور مسئلہ کی وضاحت از حد ضروری ہے کہ اگر عورت (مدعی) عدالت میں یہ دعویٰ دائر کرتی ہے کہ اسے اپنے خاوند (مدعیٰ علیہ) سے تفریق درکار ہے اور اس تفریق کی بنیادی وجہ کو بھی بیان کرتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ شرعی اصول 'البینة علی المدعی' پر عمل پیرا ہوتے ہوئے گواہان بھی پیش کر دیتی ہے، ایسی صورت میں عدالتی ذمہ داری یہ ہے کہ اس معاملہ میں فریق ثانی (خاوند) کو بھی طلب کیا جائے تاکہ اس کا موقف واضح ہو سکے۔ عدالت جدید ذرائع ابلاغ استعمال کرتے ہوئے خاوند کو عدالت حاضر ہونے کا حکم دیتی ہے لیکن وہ بار بار بلانے پر بھی عدالت میں حاضر نہیں ہوتا، ایسی صورت میں عدالت کو کیا اختیارات حاصل ہیں؟

اگر خاوند بار بار طلب کئے جانے پر بھی حاضر نہیں ہوتا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے سکوت اختیار کر لیا ہے۔ چوں کہ مدعیٰ علیہ کے ذمہ قسم ہے، اس سکوت کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ نکول عن الحلف کا مرتکب ہے۔ مزید یہ کہ اس کا عدالت میں حاضر نہ ہونا عورت کے الزام کو اقرار کرنے کے مشابہہ ہے۔

معین الحکام میں ہے:

وأما النكول: وهو أن يعرض القاضي اليمين عليه ثلاث مرات وسكت في كل مرة ولم يجبه يجعله ناكلا؛ لأنه امتنع عن اليمين المستحقة عليه۔[31]

---

[28] al-Marghīnānī, Abū al-Ḥasan ʿAlī ibn Abī Bakr, *al-Hidāyah* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2000), 3:141.

[29] al-Sarakhsī, Muḥammad ibn Aḥmad, *al-Mabsūṭ*, 16:180.

[30] Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn, *Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār* (Beirut: Dār al-Fikr, 2000), 3:52.

[31] al-Ṭarābulusī, ʿAlāʾ al-Dīn ʿAlī ibn Khalīl, *Muʿīn al-Ḥukkām fīmā Yataraddad bayna al-Khaṣmayn min al-Aḥkām* (Beirut: Dār al-Fikr, 2000), 97.

نکول یہ ہے کہ قاضی مدعی علیہ کے سامنے تین دفعہ قسم پیش کرے لیکن وہ ہر دفعہ خاموش رہے اور جواب نہ دے تو قاضی اسے ناکل قرار دے دے گا اس لئے کہ اس نے اس قسم سے اعراض کیا جو شرعاً اس کے ذمے واجب تھی۔

نکول کی صورت میں اس کو بنیاد بنا کر قاضی مدعی علیہ کے خلاف فیصلہ دے دے گا۔

وھبہ زحیلی فرماتے ہیں:

انما يقضى القاضى على المدعى عليه بالنكول عن اليمين۔[32]

"قاضی مدعیٰ علیہ کے قسم سے انکار (نکول) کی بنیاد پر اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے۔"

اس تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خلع کے کیس میں اگر خاوند عدالت کے طلب کرنے کے باوجود حاضر نہیں ہوتا تو یہ نکول عن الحلف شمار ہوگا اور قاضی حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کے خلاف فیصلہ کر دے گا۔

مبحث چہارم: عدالتی تفریق کی نوعیت کے حوالے سے چار رجحانات

عدالت کے شرعی دائرہ اختیار پر مذکورہ بحث کے تناظر میں یہ پہلو خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ جب زوجین کے درمیان نزاع اس حد تک شدت اختیار کر جائے کہ باہمی حقوق کی ادائیگی ممکن نہ رہے، تو ایسے میں عدالت کی جانب سے تفریق کا جو فیصلہ صادر ہوتا ہے، اس کی فقہی نوعیت کیا متعین کی جائے گی؟ اس سلسلے میں فقہاء کے چار طرح کے رجحانات سامنے آتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1. پہلا رجحان: مطلقاً جواز (عدالت یک طرفہ خلع کر سکتی ہے)

عدالتی خلع کے بارے میں ایک رجحان یہ ہے کہ اگر عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ زوجین ایک دوسرے کے ازدواجی حقوق شریعت کے مطابق سر انجام نہیں دے سکیں گے اور حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ایسی صورت میں قضائے قاضی متحقق ہو گا چاہے اس میں خاوند کی رضامندی شامل ہو یا نہ ہو۔ عدالت میں پیش ہو کر بیوی کا صرف یہی کہہ دینا کہ مجھے اس خاوند سے نفرت اور اس حد تک بغض ہے کہ ساتھ رہنا ممکن ہے۔

یہ رجحان عرب ممالک میں رائج ہے۔ نیز پاکستان میں بھی بعض حضرات اسی رجحان کے حامل ہیں۔

اس کی تائید میں شیخ عبد العزیز بن بازؒ کا مندرجہ ذیل فتویٰ ہے:

> جب میاں بیوی میں باہمی ناچاقی اس حد تک پہنچ جائے کہ حقوق شریعت کے عدم ادائیگی کا خوف ہو تو ان کے لیے بالاتفاق خلع لینا جائز ہے جب عورت قاضی کی عدالت میں خلع کا مقدمہ لے کر پہنچ جائے اور قاضی خلع کا فیصلہ کر دے تو خلع ہو جائے گا اور نکاح ختم ہو جائے گا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبیوں کی طرح ہو جائیں گے کیونکہ قاضی خلع کا فیصلہ تب ہی کرتا ہے جب اس کے سامنے کوئی سبب موجود ہوتا ہے گو کہ وہ سبب عورت کا یہ کہنا ہی کیوں نہ ہو کہ اسے اپنے خاوند سے نفرت ہے اور وہ اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی دوسری بات یہ کہ جب بیوی اس انتہا تک پہنچ گئی ہے کہ معاملے کو عدالت میں کھینچ لائی ہے اور قاضی سے اپنے اور خاوند کے درمیان علیحدگی کا مطالبہ کر رہی ہے تو ظاہر سی بات ہے کہ اسے خاوند سے بغض ہے اور اسے خاوند کے ساتھ رہنا ناپسند ہے اس ساری صورتحال کے بعد اس بات میں کیا حکمت رہ

[32] al-Zuḥaylī, Wahbah, *al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh* (Damascus: Dār al-Fikr, 2000), 8:5988.

جاتی ہے کہ خاوند ایک ایسی عورت کو اپنے پاس دبا کر رکھے جو اسے ناپسند کرتی ہے کیا یہ مقصود شریعت کے خلاف نہیں جبکہ شریعت نے زواج کو جائے سکون اور رحمت و محبت قرار دیا ہے۔[33]

دلیل: ان کی دلیل حضرت ثابت بن قیس کی زوجہ کا واقعہ خلع ہے جس میں نبی ﷺ نے طلاق کا حکم دیتے وقت امر کا صیغہ استعمال کیا تھا اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ نبی ﷺ نے یہاں جو حضرت ثابت کو طلاق دینے کا حکم دیا تھا وہ بطور نبی نہیں بلکہ بحثیت قاضی دیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو طلاق کا حکم دیا تھا نہ کہ مشورہ اور آپ ﷺ کا براہ راست طلاق کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حضرت ثابت کے لئے حکم لازمی تھا اور ان کو اس میں کوئی اختیار نہیں تھا کہ اگر وہ رضامند ہیں تو طلاق دیں وگرنہ نہ دیں۔ لہٰذا اگر مقدمے کا جائزہ لینے کے بعد قاضی اس نتیجے پر پہنچے کہ ان کا واحد حل تفریق ہی ہے تو وہ ان میں جدائی واقع کردے، چاہے خاوند راضی ہو یا نہ ہو۔[34]

2. دوسرا رجحان: مطلقاً عدم جواز

عدالتی خلع کے بارے میں دوسرا رجحان یہ ہے کہ مروجہ عدالتی خلع چونکہ جمہور ائمہ میں سے کسی کے ہاں جائز نہیں اور یہ خلاف شریعت ہے۔ لہٰذا عدالت کی تفریق سے میاں بیوی کے رشتے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا اور عورت کے لیے کہیں اور نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

دلیل: قرآن کریم میں فلا جناح علیهما فی ما افتدت به کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ خلع میں زوجین کی رضامندی ضروری ہے۔ ابن قیم کے قول کے مطابق خلع ایک عقد معاوضہ ہے جس میں فریقین کا رضامند ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ فدیہ عربی میں اس مال کو کہا جاتا ہے جو جنگی قیدی چھڑوانے کے لئے پیش کیا جاتا ہے، اس مال کو پیش کرنا افتداء اور قبول کرنا فداء کہلاتا ہے۔ اس میں عاقدین کی رضامندی ضروری ہوتی ہے۔[35]

3. تیسرا رجحان: خلع کو فسخ نکاح میں تبدیل کردینا

تیسرا رجحان یہ ہے کہ اگرچہ مروجہ عدالتی خلع اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں، لیکن دوسری طرف ایسی خواتین کی تعداد کم نہیں جو واقعتاً خاوند کے برے سلوک کی وجہ سے مجبور ہیں یا شوہر میں کسی ایسے عیب کے پائے جانے کی وجہ سے اس کے ساتھ گزارا کرنا ممکن ہے اور مرد عورت کے مطالبے کے باوجود اس کو نہ طلاق دینے پر راضی ہے اور نہ ہی خلع دینے پر آمادہ ہے، نیز وہ اپنا رویہ بدلنے کے لیے بھی تیار نہیں۔ چنانچہ اگر ایسی صورتحال ہو کہ عورت واقعتاً مجبور ہو تو اسے چاہیے کہ وہ عدالت میں خلع کی بجائے فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرے، لیکن اگر عورت نے خلع کی درخواست دی ہو اور عدالت یک طرفہ خلع کا فیصلہ کردے تو اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ جس سبب کے تحت تفریق واقع کی گئی ہے آیا وہ کسی مذہب کے مطابق موجب فسخ ہے یا نہیں، اگر وہ موجبِ فسخ ہے تو حکم حاکم رافع الخلاف کی بنیاد پر اس عدالتی فیصلے کو بطور فسخ نکاح معتبر قرار دیا جائے گا۔ فتاوی عثمانی میں ہے:

> بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ درخواست برائے فسخ نکاح نان ونفقہ نہ دینے کی بنیاد پر دے اور جج اپنے فیصلے میں اسی کو بنیاد بنائے، خلع کا طریقہ کار ہرگز اختیار نہ کرے اس لیے کہ یک طرف خلع شرعاً کسی کے نزدیک بھی جائز اور معتبر نہیں۔ تاہم، اگر کسی فیصلے میں بنیاد فیصلہ فی الجملہ صحیح ہو یعنی شوہر کا تعنت ثابت ہو رہا ہو، البتہ عدالت میں فسخ کی بجائے خلع کا طریقہ اختیار کیا ہو اور خلع کا لفظ استعمال کیا ہو تو ایسی صورت میں خلع کے طور پر تو یک طرفہ فیصلہ درست نہ ہوگا۔ تاہم،

---

[33] Ibn Bāz, ʿAbd al-ʿAzīz, *Majmūʿ al-Fatāwā* (Jeddah: Dār al-Qāsim, 1420 AH), 21:259.
[34] Ibn Bāz, ʿAbd al-ʿAzīz, *Majmūʿ al-Fatāwā*, 21:260.
[35] Taqī ʿUthmānī, Muḥammad, *Islām mein Khulʿ kī Ḥaqīqat*, 19–24.

فسخ نکاح کی شرعی بنیاد پائے جانے سے اس فیصلے کو معتبر قرار دے دیں گے اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس فیصلے کی بنیاد پر نکاح فسخ ہو گیا ہے اور عورت عدت طلاق گزار کر کسی دوسری جگہ اگر چاہے تو نکاح کر سکتی ہے بشرط یہ کہ فیصلہ مذکورہ بالا شرائط اور طریقہ کار کے مطابق ہو۔[36]

نیز دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے جاری کردہ ایک تحریر میں وہاں کے علماء اور مفتیان کرام نے ایک تجویز یہ دی ہے کہ بعض تابعین یعنی حسن بصری ابن سیرین سعید بن جبیر اور زیاد رحمہ اللہ کی اس رائے کو اختیار کر لیا جائے جس کی رو سے خلع سلطان یا قاضی ہی کرے گا۔۔۔اور اگر زوجین یا ان دونوں میں سے کوئی ایک خلع پر راضی نہ بھی ہو تو تب بھی سلطان یا قاضی کو تفریق اور خلع کا اختیار حاصل رہے گا۔[37]

دلیل: قاضی یا سلطان کا یک طرفہ طور پر خلع کا فیصلہ دینا ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اجتہادی مسائل میں اصول یہ ہے:

حکم الحاکم فی مسائل الاجتهاد یرفع الخلاف۔[38]

اجتہادی مسائل میں حاکم یا قاضی کا فیصلہ اختلاف ختم کر دیتا ہے۔

لہٰذا عصر حاضر میں ضرورت کی بناء پر اس بات کی گنجائش محسوس ہوتی ہے کہ اگر عدالتی فیصلہ میں کوئی مجتہد فیہ سبب فسخ پایا جا رہا ہے تو اس بات کو فرض کر کے کہ ہو سکتا ہے عدالت نے دوسرے مذہب کی رائے کو اختیار کر لیا ہو، اس فیصلہ اور تفریق کو جائز قرار دے دیا جائے۔

عدالتی خلع کی فسخ نکاح میں تبدیلی: تفریق کے مذکورہ بالا اس رجحان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں کہ جب عورت عدالت میں دعویٰ تفریق دائر کرے اور ایسا سبب شرعی پایا جائے جو کسی بھی مذہب کے مطابق موجب فسخ ہو تو ایسی صورت میں عدالت کی یہ تفریق خلع سے فسخ نکاح میں تبدیل ہو کر واقع ہو جائے گی اور فیصلہ میں لفظ خلع سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

4. چوتھا رجحان: مالکیہ اور بعض حنابلہ کے مذہب کو اختیار کرنا

دور حاضر میں جہاں جہالت اور احکام شرعی سے بے خبری اور نابلد ہونے کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں ظلم و ستم اور زوجین میں اختلاف عام ہے، ایسے حالات میں مالکیہ اور بعض حنابلہ کے مذہب کو اختیار کرتے ہوئے عدالتی تفریق اور درست قرار دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ رجحان معاصر علماء میں سے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (انڈیا) اور مولانا مفتی محمد زاہد (پاکستان) کا ہے۔[39]

مفتی محمد زاہد کے نزدیک اگر زوجین میں ناچاقی ہو اور اس کی بنیاد پر زوجہ تفریق کی طلب گار ہو لیکن خاوند کی طرف سے کسی زیادتی کو ثابت نہ کر سکے تو اس کے لئے خاوند سے خلاصی کی کوئی قانونی صورت موجود ہے؟ حنفی اور شافعی فقہ میں اس کے لئے یہی راستہ ہے کہ وہ خاوند کو طلاق دینے یا باہمی رضامندی سے خلع کرنے پر آمادہ کرے، گلو خلاصی کا اور کوئی طریقہ نہیں۔ البتہ مالکیہ اور حنابلہ کی روایات کے مطابق ایک خاص طریقہ کار اور کاروائی کے بعد عورت کے لئے بذریعہ قانون خاوند کی رضامندی کے بغیر بھی خلاصی کی صورت ممکن ہے۔ ذیل میں اس معاملے میں فقہ مالکی کے نقطہ کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے:

اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے اور یہ پتہ چلانا مشکل ہو کہ قصور وار کون ہے یا عورت خاوند کی طرف سے ظلم و زیادتی اور ضرر کا بار بار دعوی اور

---

[36]Taqī ʿUthmānī, Muḥammad, *Fatāwā ʿUthmānī* (Karachi: Maktabah Maʿārif al-Qurʾān, 1427 AH), 2:461–463.

[37] Muftī Muḥammad ʿIṣmat Allāh, *Fatwā Markūmah* (Karachi: Dār al-Iftāʾ Jāmiʿah Dār al-ʿUlūm, 1427 AH).

[38]al-Qarāfī, Abū al-ʿAbbās, *Anwār al-Burūq fī Anwāʾ al-Furūq* (Beirut: Dār ʿĀlam al-Kutub, 2000), 2:103.

[39]Muḥammad Zāhid, *ʿAdālatī Tafarruq* (Islamabad: Sharīʿah Academy, 2014), 27; Khālid Sayf Allāh Raḥmānī, *Jadīd Fiqhī Masāʾil* (Karachi: Zam Zam Publishers, 2010), 3:124.

شکایت کرے لیکن اس پر گواہ اس کے پاس موجود نہ ہوں تو قاضی انہیں قابل اعتماد نیک لوگوں کے درمیان ٹھہرائے گا تاکہ وہ ان کے حالات کا جائزہ لے کر عدالت کو حقیقت حال سے آگاہ کریں اور عدالت اس کے مطابق اصلاح احوال کے لیے مناسب کاروائی کرے۔ اس سے بھی اگر نزاع ختم نہ ہو تو قاضی فریقین کی طرف سے ایک ایک حکم بطور ثالث مقرر کرے گا۔ یہ دونوں بھی اپنی طرف سے اصلاح احوال اور نباہ کی صورت پیدا کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ لیکن اگر وہ اس نتیجے پر پہنچیں کہ دونوں میں نباہ مشکل ہے اور دونوں کے درمیان علیحدگی ہی میں مصلحت ہے تو وہ دونوں ثالث زوجین اور قاضی کی مرضی کے بغیر بھی تفریق کر سکتے ہیں۔ اس کے دو طریقے ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ وہ اپنی یہ رپورٹ کہ ان میں تفریق کر دینی چاہیے قاضی کو پیش کریں اور قاضی ان میں تفریق کرے، دوسری صورت یہ ممکن ہے کہ یہ دونوں ثالث عدالت سے رجوع کرنے کی بجائے خود ہی طلاق یا خلع کی شکل میں تفریق کر دیں۔ مالکی مذہب کے مطابق دونوں طریقے ہی ممکن اور جائز ہیں۔"[40]

یہاں ایک اہم پہلو قابل غور ہے کہ معیاری طریقہ تو یہی ہے کہ دو ثالث ہوں، لیکن جیسا کہ پہلے مالکیہ کی عبارات کے حوالے سے یہ گزرا کہ ایک ثالث پر بھی اکتفاء کیا جاسکتا ہے۔ جب جج کسی اور شخص کو ثالث مقرر کر سکتا ہے تو خود بھی یہ ذمہ داری انجام دے سکتا ہے۔[41]

دلائل:

* آیت مبارکہ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا۔ الخ[42] سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مخاطب قاضی اور حکام ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ قاضی اور حاکم کی حیثیت محض واعظ اور اخلاقی اپیل کرنے والے کی نہیں بلکہ یہ اس کے منصب کا تقاضا ہے کہ اگر لوگ اس کے وعظ و نصیحت پر عمل نہ کریں تو وہ قانون اور اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ان کو آمادہ کرے۔
* دوسری دلیل حضرت ثابت بن قیس ہی کا واقعہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے ثابت کو فرمایا کہ حبیبہ کے مال سے کچھ لے کر ان کو رہا کر دو تو ثابت بن قیس نے دریافت کیا کہ کیا یہ درست ہو گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ ثابت نے کہا کہ میں نے ان کو دو باغ دیے ہیں جو انہی کے قبضے میں ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ لے لو اور حبیبہ کو چھوڑ دو۔ چناں چہ ثابت نے یہی کیا۔[43]

مبحث پنجم: ترجیح (راجح موقف)

ہماری تحقیق کے مطابق ایسی ناگزیر صورت حال میں معاصر فقہاء کے مندرجہ بالا رجحانات میں سے تیسرا اور چوتھا رجحان راجح ہیں۔ اگر تیسرے رجحان کو مد نظر رکھا جائے تو ایسی صورت میں ضرورت اس امر کی ہے کہ تغیرات زمانہ اور لوگوں میں عدم برداشت کی وجہ سے اسباب فسخ نکاح کا دائرہ وسیع کر دیا جائے، محض اُن پر اکتفاء نہ کیا جائے جو متقدمین نے متون میں بیان کئے ہیں، تاکہ کسی اضطراری صورت حال میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فسخ کی بناء پر زوجین میں تفریق کر دی جائے۔ تاہم، اگر عورت کے دعویٰ تفریق میں کوئی شرعی سبب نہیں پایا جا رہا یا وہ اس کو ثابت کرنے سے قاصر ہے اور قاضی اس سارے کیس کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ نفرت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ زوجین کا آپس میں نباہ ناممکن ہے، اگر زبردستی ان کو ساتھ رہنے پر مجبور کیا تو فریقین حدود اللہ کا قیام عمل میں نہیں لا سکیں گے، ایسی صورت میں

---

[40] Muḥammad Zāhid, ʿ*Adālatī Tafarruq*, 33.
[41] Muḥammad Zāhid, ʿ*Adālatī Tafarruq*, 33.
[42] al-Nisāʾ, 4:35.
[43] Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath, *Sunan Abī Dāwūd* (Beirut: Dār al-Fikr, 2000), Ḥadīth: 2227.

چوتھے رجحان پر عمل کرنا زیادہ مناسب اور بہتر معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ بحث

خلع کی شرعی نوعیت، عدالت کے اختیار، اور شوہر کی رضامندی کے بغیر تفریق کے جواز پر فقہاء کے درمیان اختلاف موجود ہے۔ جمہور فقہاء خلع کو طلاق بائن شمار کرتے ہیں، جبکہ دیگر اہل علم اسے فسخ نکاح قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح خلع میں شوہر کی رضامندی پر بھی دو متقابل آراء پائی جاتی ہیں، جن میں سے مجوزین کے نزدیک عدالت کو شوہر کی عدم رضامندی کے باوجود تفریق کا اختیار حاصل ہے، جبکہ مانعین کے نزدیک یہ اقدام خلافِ شرع ہے۔ عدالت کے دائرہ اختیار پر قدیم وجدید فقہی اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زوجین کے مابین نزاع اس حد تک پہنچ جائے کہ باہمی حقوق کی ادائیگی اور حدود اللہ کا قیام ممکن نہ رہے تو قاضی کو تفریق کا اختیار حاصل ہے۔ عصر حاضر میں مخصوص حالات میں عدالتی خلع کی فقہی حیثیت کے بارے میں چار رجحانات سامنے آتے ہیں، جن میں تیسرا رجحان (عدالتی خلع کو شرعی سبب کی بنیاد پر فسخ نکاح شمار کرنا) اور چوتھا رجحان (مالکیہ و بعض حنابلہ کے موقف کو اختیار کرنا) زیادہ قرینِ انصاف معلوم ہوتے ہیں۔ اگر دعویٰ تفریق کی بنیاد کوئی سبب شرعی بن رہا ہے جو کسی بھی مذہب کے مطابق فسخ کا سبب بننے کا اہل ہے اور قاضی اسی کی بناء پر تفریق کر رہا ہے تو یہ تفریق فسخ نکاح میں تبدیل ہو جائے گی، اگر فیصلہ میں قاضی خلع کا لفظ بھی استعمال کرے تو بھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ لہٰذا تغیراتِ زمانہ، معاشرتی پیچیدگیوں اور ازدواجی ناچاقیوں میں شدت کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اسباب فسخ نکاح کے دائرے کو محدود فقہی متون سے نکال کر حالاتِ جدیدہ کے مطابق وسعت دی جائے، تاکہ عورت کو ایک غیر فعّال اور ظالمانہ رشتے سے نکلنے کا باعزت، شرعی اور قانونی راستہ فراہم کیا جا سکے۔ مزید برآں، اگر کسی مقدمے میں کوئی واضح سبب نہ پایا جائے، لیکن میاں بیوی کے درمیان نباہ کی کوئی صورت بھی باقی نہ رہے، تو ایسی صورت میں قاضی، مالکیہ اور حنابلہ کی روایات کے مطابق مخصوص طریقہ کار کو اپناتے ہوئے اور اپنے اختیارات کا جائز استعمال کرتے ہوئے زوجین میں تفریق کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. *Sunan Abī Dāwūd*. Beirut: Dār al-Fikr, 2000.
* Al-Bayhaqī, Abū Bakr Aḥmad ibn Ḥusayn. *al-Sunan al-Kubrā*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1424 AH.
* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār Ibn Kathīr, 2000.
* Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn. *Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār*. Beirut: Dār al-Fikr, 2000.
* Ibn Bāz, ʿAbd al-ʿAzīz. *Majmūʿ al-Fatāwā*. Jeddah: Dār al-Qāsim, 1420 AH.
* Ibn Qudāmah, Abū Muḥammad ʿAbd Allāh ibn Aḥmad. *al-Mughnī*. Beirut: Dār al-Fikr, 2000.
* Ibn Taymiyyah, Taqī al-Dīn Abū al-ʿAbbās Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm. *al-Fatāwā al-Kubrā*. Beirut: Dār al-Kutub al-Maʿrifah, 1408 AH.
* Ibn al-ʿUthaymīn, Muḥammad ibn Ṣāliḥ. *al-Sharḥ al-Mumtiʿ ʿalā Zād al-Mustaqniʿ*. Riyadh: Dār Ibn al-Jawzī, 1428 AH.
* Al-Kāsānī, ʿAlāʾ al-Dīn Abū Bakr ibn Masʿūd. *Badāʾiʿ al-Ṣanāʾiʿ fī Tartīb al-Sharāʾiʿ*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2000.
* Mālik ibn Anas. *al-Mudawwanah*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2000.
* Mālik ibn Anas. *Muwaṭṭaʾ al-Imām Mālik*. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1406 AH.
* Al-Marghīnānī, Abū al-Ḥasan ʿAlī ibn Abī Bakr. *al-Hidāyah*. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2000.

* Al-Māwardī, Abū al-Ḥasan ʿAlī ibn Muḥammad. *al-Ḥāwī al-Kabīr*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2000.
* Muftī Muḥammad ʿIṣmat Allāh. *Fatwā Markūmah*. Karachi: Dār al-Iftāʾ Jāmiʿah Dār al-ʿUlūm, 1427 AH.
* Muḥammad Zāhid. *ʿAdālatī Tafarruq*. Islamabad: Sharīʿah Academy, 2014.
* Al-Qarāfī, Abū al-ʿAbbās. *Anwār al-Burūq fī Anwāʾ al-Furūq*. Beirut: Dār ʿĀlam al-Kutub, 2000.
* Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2000.
* Al-Qushayrī, Muslim ibn Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*. Nishāpūr: Dār al-Khilāfah al-ʿIlmīyah, 1330 AH.
* Raḥmānī, Khālid Sayf Allāh. *Jadīd Fiqhī Masāʾil*. Karachi: Zam Zam Publishers, 2010.
* Al-Sarakhsī, Abū Bakr Muḥammad ibn Aḥmad. *al-Mabsūṭ*. Beirut: Dār al-Maʿrifah, 2000.
* Al-Shaʿrānī, ʿAbd al-Wahhāb. *al-Mīzān al-Kubrā*. Egypt: Dār Iḥyāʾ al-Kutub al-Miṣriyyah, n.d.
* Al-Shawkānī, Muḥammad ibn ʿAlī. *Nayl al-Awṭār*. Egypt: Dār al-Ḥadīth, 1413 AH.
* Al-Ṭarābulusī, ʿAlāʾ al-Dīn ʿAlī ibn Khalīl. *Muʿīn al-Ḥukkām fīmā Yataraddad bayna al-Khaṣmayn min al-Aḥkām*. Beirut: Dār al-Fikr, 2000.
* Taqī ʿUthmānī, Muḥammad. *Āsān Tarjamah Qurʾān*. 3 vols. Karachi: Maktabah Maʿārif al-Qurʾān, 2000.
* Taqī ʿUthmānī, Muḥammad. *Fatāwā ʿUthmānī*. Karachi: Maktabah Maʿārif al-Qurʾān, 1427 AH.
* Taqī ʿUthmānī, Muḥammad. *Fiqhī Maqālāt*. Karachi: Memon Publications, 2011.
* Taqī ʿUthmānī, Muḥammad. *Islām mein Khulʿ kī Ḥaqīqat*. Karachi: Memon Islamic Publications, 2011.
* Al-Zuḥaylī, Wahbah. *al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh*. Damascus: Dār al-Fikr, 2000.